شادؔ عظیم آبادی

شاد عظیم آبادی کا پورا نام سید علی محمد تھا۔ شادؔ تخلص کرتے تھے۔ خان بہادر خطاب تھا۔ شاد کی پیدائش اپنے نانیہال پٹنہ (عظیم آباد) کے محلہ پورب دروازہ میں جنوری 1846 میں ہوئی۔ والد کا نام سید عباس مرزا تھا جو عظیم آباد کے عالی خاندان اور رؤسا میں شمار ہوتے تھے۔ پانچ سال کی عمر میں شاد کے مکتب کی ابتدا ہوئی اس کے بعد اپنے دادیہال محلہ حاجی گنج چلے آئے۔ یہ خاندان بھی عظیم آباد میں معزز و ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ نو سال کی عمر میں شاد نے عربی پڑھنا شروع کیا شاد کے اساتذہ میں وزیر علی عبرتی کا نام لیا جاتا ہے۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد شاد اردو شاعری کی طرف متوجہ ہوئے اور اس وقت کے استاد شاعر سید شاہ الفت حسین فریاد سے اصلاح لینے لگے۔ فریاد کی شاگردی پر شاد کو فخر تھا۔

آپ کے علمی کمالات اور اعلیٰ ادبی خدمات کے صلہ میں برٹش گورنمنٹ نے آپ کو 1889 میں 'خان بہادر' کے خطاب سے نوازا۔ 8/جنوری 1927 کو 81 سال کی عمر میں شاد عظیم آبادی کا انتقال ہوگیا۔

شاد کا شمار اردو کے ممتاز ترین شعرا میں ہوتا ہے۔ بحیثیت غزل گو بھی ان کا شمار چند منتخب غزل نگاروں میں ہوتا ہے جب کہ شاد کے مراثی غزلوں کے علاوہ ہیں۔ ان کی شاعرانہ عظمت کو ثابت کرنے کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ کلیم الدین احمد جیسے ناقد نے اردو شاعری کی مثلیث میں میرؔ اور غالبؔ کے ساتھ شادؔ کو بھی شامل کیا ہے۔ شادؔ کا شاعرانہ تفکر حیات و کائنات کی تفہیم سے متعلق ہے۔ جس میں تصوف کی تہہ داریاں اور عمومی زندگی کی روشیں شامل ہیں لیکن ان کے برتاؤ میں شاد کے یہاں الفاظ کی نشست و برخاست عمومیت نہیں رکھتی بلکہ وہ ان کے استعمال میں ایک ایسی جدلیاتی قوت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ وہ سب کے سب معنی آفرینی کی نئی دنیا آباد کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اگر شہر عظیم آباد کو شاعری کا ایک دبستان تسلیم کرلیا جائے تو اس دبستان کے سب سے بلند قامت شاعر شاد عظیم آبادی ہی ہو سکتے ہیں۔

رخصت حضرت عباس علم بردار

بچوں کو لیے سامنے تھی زوجۂ عباس   تھا گود میں ایک، ایک تھا دامن سے لگا پاس
سن سن کے یہ تقریر ہوئی جاتی تھی بے آس   بچوں کی طرف دیکھتی جاتی تھی بصد یاس
شوہر کی جو باتوں کی طرف جان لڑی تھی
آنکھوں سے رواں اشک تھے حیران کھڑی تھی

رو رو کے پسر نے جو بصد درد یہ پوچھا   کچھ کہیے تو اللہ کدھر جاتے ہیں بابا
کیوں روتی ہیں اماں مرا دل ہے تہہ و بالا   منہ چوم کے ماں کہتی ہے گھبراؤ نہ بیٹا
دریا کی طرف مشک کے بھرنے کو چلے ہیں
صدقے گئی مجبور ہیں مرنے کو چلے ہیں

کرتے کو کرو چاک، یتیمی کا دن آیا   ماں صدقے، اٹھا جاتا ہے اب باپ کا سایہ
تقدیر نے کس سخت مصیبت میں پھنسایا   قسمت نے تمھیں داغ یتیمی کا دکھایا
ہم لوگ گرفتار بلا ہوتے ہیں واری
چلا کے نہ رونا، وہ خفا ہوتے ہیں واری

کانوں میں جو آنے لگی آہستہ یہ آواز   بچوں کی طرف بڑھ گئے عباس سرافراز
اس طرح سے کہنے لگا زوجہ سے وہ جاں باز   ہر طرح سے خالق نے کیا ہے تمھیں ممتاز
رو رو کے شکایت نہ کرو ظلم و جفا کی
تم بھی تو کنیزوں ہی میں ہو آلِ عبا کی

بالفرض سمجھ لو کہ اجل نے ہمیں مارا   مرضی یہی اس کی ہے تو کیا اس میں اجارا
دس سال شب و روز رہا ساتھ تمہارا   کیا کیجیے قسمت کو نہیں اب یہ گوارا
تم ہو کے گرفتار پھنسو قید محن میں
ہم سوئیں قیامت تلک اس اجڑے ہوئے بن میں

لفظ و معنی

علم بردار - جھنڈا اٹھانے والا

زوجہ - بیوی

یاس - مایوسی

اشک - آنسو

بصد درد - سینکڑوں درد کے ساتھ

مشک - پانی بھرنے کے لیے چمڑے کا تھیلا

چاک - پھاڑنا

جانباز - جان لڑانے والا

خالق - پیدا کرنے والا

بالفرض - مان لیا کہ

اجل - موت

محن - محنت کی جمع یعنی مصیبت

بن - جنگل

آپ نے پڑھا

- گزشتہ صفحات میں آپ نے شاد عظیم آبادی کے ایک مرثیے کے پانچ بند پڑھے۔ ان بندوں میں حضرت عباسؓ کے میدان جنگ میں جاتے ہوئے رخصت ہونے کا منظر پیش کیا گیا ہے۔ حضرت عباسؓ کربلا میں حسینی لشکر کے علم بردار تھے۔

آپ بتائیے

1. شاد عظیم آبادی کا اصل نام کیا تھا؟
2. شاد کے استاد کا کیا نام تھا؟
3. شاد عظیم آبادی کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟

4. شاد کا انتقال کب ہوا؟

5. شاد کا ددھیال کہاں تھا؟

ضر گفتگو

1. اس مرثیہ میں کہاں کا منظر پیش کیا گیا ہے؟

2. مرثیے کے اجزائے ترکیبی سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔

3. مرثیے کے پہلے بند کا مفہوم بیان کیجیے۔

نصیلی گفتگو

1. شاد عظیم آبادی کی شاعری پر ایک مضمون قلمبند کریں۔

2. شاد کی مرثیہ نگاری سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔

یئے، کچھ کریں

1. کلاس میں اپنے استاد سے واقعات کربلا کے بارے میں دریافت کیجیے۔